رشید حسن خاں کی تدوینی اقلیم

محمد اصغر
اسسٹنٹ پروفیسر اردو
گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج، گوجرانوالہ

EDITING SERVICES OF
RASHEED HASAN KHAN

Muhammad Asghar
Assistant Professor of Urdu
Govt. Post Graduate Islamia College, Gujranwala

Abstract

Rasheed Hasan Khan enjoys a prominent status as a research scholar and editor in the field of textual criticism of Urdu literature. He abides by the principles of research and editing very strictly and makes no compromise on them. His editing of Sehr-ul-bayan ,Gulzar-e-Nasim - most prominent 'Masanviyat' in Urdu- and Masnaviat-e-Mirza Shauq is an ample proof of this fact. Besides, the editing of 'Dastan'- long tales in Urdu- in the perspective of their linguistic and literary qualities and then original and solid scripts with complete authenticity is another important achievement of Rasheed Hasan Khan. Hence, he is regarded as the forerunner in the field of editing of Urdu manuscripts.

Keywords:

رشید حسن خاں، قاضی عبدالودود، تحقیق، تدوین، مثنویات، غزلیں، کلاسیکی، اوس

عظیم محقق، مدون اور نقاد رشید حسن خاں اُردو تحقیق و تدوین کے اُس سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں جس کا آغاز حافظ محمود شیرانی اور مولوی عبدالحق جیسے محققین سے ہوتا ہے۔رشید حسن خاں ایک بے بدل عالم اور محقق تھے۔ ان کی علمیت ان کی ژرف نگاہی اور اجتہادی بصیرت، برسوں کی ریاضت عملی انہماک اور یکسوئی کا نتیجہ تھی۔اردو میں لسانی تحقیق کا آغاز حافظ محمود خاں شیرانی اور مولوی عبدالحق نے کیا۔وحیدالدین سلیم،نصیرالدین ہاشمی اور سلیمان ندوی نے اس میں مفید اضافے کیے۔لیکن جدید لسانیات کے علم سے استفادے کے بعد ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور احتشام حسین نے اس ضمن میں اہم کام کیے۔لسانی تحقیق کو پوری شدومد کے ساتھ آگے بڑھانے میں رشید حسن خاں کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

> ''رشید حسن خاں بھی لسانی موضوعات کے محقق ہیں۔انھوں نے تحقیق کی معیار بندی کے لیے اصولوں کی تدوین کی اور چند تاریخوں کے تسامحات کو جرات مندی سے آشکار کیا۔فنی طور پر وہ قاضی عبدالودود کے مدرسۂ فکر سے متعلق ہیں اور متشددانہ انداز میں محاسبہ کرتے ہیں۔''(۱)

وہ خود کو مولانا امتیاز علی عرشی کے ''تلمیذِ معنوی'' سمجھتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے تمام اساتذہ سے کسب فیض کیا۔پروفیسر رفیع الدین ہاشمی نے ان کا یہ بیان اپنے ایک مضمون بعنوان رشید حسن خاں (جہانِ تحقیق کا آفتاب) میں نقل کیا ہے:

> ''میں نے حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی اور مولانا امتیاز علی خاں عرشی کی تحریروں سے تحقیق کے آداب سیکھے۔اس لیے ان چاروں حضرات کو میں اپنا معنوی استاد مانتا ہوں۔''(۲)

رشید حسن خاں کی مدونہ کتب میں نہ صرف ان اساتذۂ تحقیق و تدوین کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے بلکہ انھوں نے مذکورہ اساتذہ کی روایات میں نہایت مفید اور وقیع اضافے کیے ہیں جو ان کے عالمانہ اجتہاد کی مثال ہیں۔انھوں نے نہ صرف تدوینِ متن کے بنیادی اصولوں پر بڑی تعداد میں مضامین لکھے بلکہ عملی طور پر ترتیب وتدوین کے مثالی نمونے بھی پیش کیے ہیں۔

ان کی تحقیق و تصنیف کا اصل زمانہ دہلی یونیورسٹی کی ملازمت کا ہے۔یہاں انھوں نے فیض احمد فیض کی شاعری پر ایک مضمون لکھا جس میں فیض کی زبان وبیان کی غلطیوں کی نشاندہی کی۔یہ مضمون انھوں نے انجمن ترقی اردو کے جلسے میں پڑھا اس مضمون کا بہت چرچا ہوا۔یہ مضمون ان کے مجموعۂ مضامین ''تلاش وتعبیر'' میں شامل ہے۔ ان کا بیشتر تحقیقی وتدوینی کام قیامِ دہلی کے زمانے کا ہے۔فسانہ عجائب، باغ وبہار، مثنوی گلزارِ نسیم، سحرالبیان، مثنویاتِ شوق اور زٹل نامہ ان کے مخصوص اسلوبِ تدوین کے مثالی نمونے ہیں۔

ڈاکٹر شاذیہ عنبرین لکھتی ہیں:

''رشید حسن خاں نے باغ و بہار (میر امن)،فسانۂ عجائب (رجب علی بیگ سرور)،گلزارِ نسیم اور مثنویات کو تحقیق کے جدید اصولوں کی بنیاد اور زبان و بیان کے پختہ مآخذات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا۔ان کی یہ کاوش اردو ادب اور خصوصاً جدید تحقیق میں قابلِ قدر اضافہ ہے۔''(۳)

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ان کا ایک اور تحقیقی کارنامہ ''انتخابِ کلام ناسخ'' از امام بخش ناسخ ہے جس میں پہلی بار انھوں نے ثابت کیا کہ ناسخ سے تحریکِ اصلاحِ زبان کا انتساب درست نہیں،جن قواعد کو ناسخ سے منسوب کیا گیا ہے ان کے وضع کرنے والے درحقیقت تلمیذ ناسخ ''رشک'' ہیں۔مقدمے میں رشید حسن خاں نے ناسخ کی شاعری اور ان سے منسوب ''اصلاحِ زبان'' کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی ہے کہ ساری مبہم باتیں روشن اور سارے مفروضات کا دھندلکا صاف ہو گیا ہے۔ناسخ نے رباعیاں اور مثنویاں بھی لکھیں لیکن مذکورہ بالا انتخاب صرف غزلیات تک محدود ہے۔

خاں صاحب معیار اور اصولوں کے سلسلے میں سمجھوتے کے قائل نہ تھے۔وہ حافظ محمود شیرانی کو تحقیق کا معلم اول اور قاضی عبدالودود کو معلمِ ثانی سمجھتے تھے۔انھوں نے ان دو حضرات کے اتباع میں داخلی اور خارجی شہادتوں پر نقدِ متن کی کامیاب مساعی کیں۔وہ اغلاط کی نشاندہی اور گرفت میں کسی قسم کی مصلحت پسندی سے کام نہیں لیتے تھے۔اسی لیے گیان چند نے ان کے بارے میں کہا ہے:

''اغلاط گیری کے لیے دو علما: قاضی عبدالودود اور رشید حسن خاں بہت مشہور یا بدنام ہیں۔''(۴)

رشید حسن خاں کو سچ اور حقائق کے نتیجے میں بہت سی مخالفانہ آرا کا سامنا بھی کرنا پڑا لیکن وہ کسی مصلحت کا شکار نہ ہوئے گویا سچ انھیں اپنی عافیت سے زیادہ عزیز تھا۔پروفیسر رفیع الدین ہاشمی نے اپنے مضمون رشید حسن خاں (جہانِ تحقیق کا آفتاب) میں ایک مختصر سا واقعہ درج کیا ہے لکھتے ہیں:

''ایک بار کسی مذاکرے میں تدریس کے مسائل زیرِ بحث تھے،متعدد نامور اور جلیل القدر اساتذہ بحث میں شریک تھے۔متن کی قرأت پر سوال ہوا تو کہا،ابھی جو تقریریں ہوئیں اور مقالے پڑھے گئے،ان میں تلفظ کی کم سے کم بیس غلطیاں میں نے نوٹ کی ہیں۔جب یہ حال ہے تو ہم کیا پڑھائیں گے اور طلبہ کو کیا سکھائیں گے۔''(۵)

رشید حسن خاں نے کلاسیکی ادب کی فرہنگ،مصطلحاتِ ٹھگی اور لغتِ زبان پر ''گنجینۂ معنی کا طلسم'' لکھیں۔اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے تحقیقی اصولوں کی توضیح و تشریح کے لیے ادبی تحقیق۔مسائل اور تجزیہ، تدوین۔تحقیق،روایت نہایت عرق ریزی سے لکھیں اس کے علاوہ بہت سے تحقیقی مضامین لکھے جن میں نہایت وقیع انداز میں تحقیقی اصول و ضوابط کی نشاندہی کی۔مثنویات میں سحرالبیان،گلزارِ نسیم اور مثنویاتِ شوق کی ترتیب و تدوین

ان کے اہم کارنامے ہیں۔تصحیح اور ترتیب متن کے لیے رسم الخط اور املا کے اصولوں مسائل اور تقاضوں کو جاننا نہایت ضروری ہے۔متن میں اختلاف عموماً کتابت اور املا کے باعث پیدا ہوتا ہے۔تدوین کے لیے علمِ لسانیات سے بھر پور واقفیت بہت ضروری ہے اگر مدون یا محقق ان سے واقف نہیں تو وہ یقینی طور پر ان تقاضوں کو پورا نہیں کرے گا۔ رشید حسن خاں نے اپنی تمام تر مدونہ کتب بطورِ خاص مثنویات میں اس کا جس قدر ثبوت بہم پہنچایا وہ شک و شبے سے بالاتر ہے۔ڈاکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

''اردو میں رشید حسن خاں کے پائے کا کوئی اور متنی نقاد ابھی پیدا نہیں ہوا۔خاں صاحب کو متنی تنقید کے سائنٹیفک طریقوں پر قدرت حاصل ہے، وہ املا اور تلفظ کے ماہر ہیں۔اس لیے وہ متن کا جس طرح تنقیدی ایڈیشن تیار کرتے ہیں وہ کوئی اور نہیں کرسکتا۔''(۶)

رشید حسن خاں لسانی محقق ہیں وہ املا اور رسم الخط کے مسائل سے بخوبی آگاہ ہیں جانتے ہیں کہ املا کی درستی سے ہی 'متن' کی تصحیح ہوسکتی ہے۔اس کے لیے وہ قواعدِ زبان کو مدون کے لیے لازمی قرار دیتے ہیں:

''چونکہ مدون کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ زبان،قواعدِ زبان،قواعدِ بیان،قواعدِ شاعری اور اصلاحِ زبان کی مختلف تحریکوں سے بہ خوبی واقف ہو۔اس لیے ایسا شخص اگر ان امور کو نا تمام چھوڑ دے گا یا نظر انداز کردے گا،تو بہ صورت اُس کتاب کو مجموعی حیثیت سے نا تمامی سے آلودہ کردے گی اور مرتب کے متعلق بھی کچھ اچھی رائے قائم کرنا مشکل ہوگا۔''(۷)

رشید حسن خاں نے تحقیق وتدوین کے سلسلے میں جو بھی کام کیے لائقِ تحسین ہیں لیکن مثنویات کی ترتیب وتصحیح میں جس وقتِ نظری سے کام لیا وہ نہایت ہی عالمانہ شان کا حامل ہے۔انھوں نے گلزارِ نسیم،سحرالبیان اور مرزا شوق کی تینوں مثنویات فریبِ عشق، بہارِ عشق اور زہرِ عشق کو مرتب کیا۔تدوینِ متن کے لیے مزاج کا تحقیق آشنا ہونا نہایت ضروری ہے اس کی شرائط اور اصولوں سے کما حقہٗ آگاہی لازمی امر ہے اور اس کے عملی مسائل کیا ہیں اور طریقِ کار کیا ہے۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ رشید حسن خاں نے کس طرح اس حق کو ادا کیا ہے۔گلزارِ نسیم از پنڈت دیاشنکر نسیم لکھنوی، دبستانِ لکھنؤ کی نمائندہ مثنوی ہے۔پندرہ سو اکیس اشعار کی اس مثنوی میں داستان کے علاوہ حمد، نعت اور قلم کی تعریف کے چار، دعا کے گیارہ اور اختتامِ تصنیف کے دو شعر اور درمیان پانچ پانچ اشعار کی دو غزلیں شامل ہیں۔''۱۲۵۴ھ سے ۱۲۵۷ھ/۳۹۔۱۸۳۸ء میں خواجہ حیدر علی آتش کے شاگرد پنڈت دیاشنکر نسیم نے بحر ہزج مسدس اخرب مقبوض ومحذوف (مفعول مفاعلن فعولن) میں نظم کیا۔تب سے اب تک اس کے متعدد مستند اور غیر مستند ایڈیشن منظرِ عام پر آچکے ہیں۔''(۸)

رشید حسن خاں نے اس کی ترتیب کرتے وقت تمام نسخوں کو حاصل کیا اور ان کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بڑی صراحت اور قطعیت کے ساتھ نتائج اخذ کیے۔

""تدوین کا یہ اصول ہے کہ کسی متن کے جتنے اہم نسخے ممکن الحصول ہوں، ان سب سے استفادہ کیا جائے اس کے بغیر تدوین کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ یہ صبر آزما کام ہے اس سلسلے میں عجلت پسندی اور آسان طلبی، دونوں سے قطع تعلق کرنا پڑے گا۔"(۹)

اپنے مذکورہ بالا اصول کے مطابق رشید حسن خاں نے گلزارِ نسیم کے تمام مطبوعہ نسخے حاصل کیے اور حروفِ تہجی کے اعتبار سے ان کے مخففات رکھ لیے تاکہ ان کے تقابل کے دوران یہ مختصر حروف، نام کی بجائے لکھے جا سکیں۔ اس ضمن میں انھوں نے جن نسخوں سے استفادہ کیا وہ یہ ہیں:

- گلزارِ نسیم: پہلی اشاعت مطبعِ حسنی میر حسن رضوی میں ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں ہوئی نسخے کا نام "ح" ہے۔
- نسخہ مطبع مسیحائی یا نسخۂ مطبعِ مصطفائی: یہ اشاعتِ اوّل کے بعد سب سے قدیم نسخہ ہے نسخے کا نام "م"
- نسخۂ چکبست جو معرکۂ چکبست وشرر کی بنیاد بنا، اُس کا نام "ک" رکھا۔
- نسخۂ شیرازی (ش)
- نسخۂ قاضی عبدالودود "ق" اسے قاضی صاحب نے پروفیسر مسعود حسن رضوی کی فرمائش پر مرتب کیا تھا۔
- یادگارِ نسیم کو اصغر گونڈوی نے مرتب کیا۔ نام "یادگار"

مذکورہ بالا نسخوں کے علاوہ "فارسی متن" کو ماخذ کے طور پر شامل کیا۔ یہ متن خطی نسخے کا عکس ہے۔ گلزارِ نسیم کی ترتیب وتدوین کرتے وقت انھوں نے مذکورہ بالا تمام نسخوں کا بڑی عرق ریزی سے مشاہدہ کیا۔ خارجی اور داخلی شواہد کے حصول کے لیے پوری چھان پھٹک کی۔ شروع کتاب میں اس مثنوی کے فن اور اصل ماخذ سے لیکر اس مثنوی کے لکھے جانے تک کی داستان رقم کی ہے۔ اصل قصہ عزت اللہ بیگ نے "گل بکاؤلی" کے نام سے فارسی میں رقم کیا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش پر منشی نہال چند لاہوری نے اس کا اردو نثر میں ترجمہ کیا جس کا تاریخی نام "مذہبِ عشق" ہے۔ اس قصے نے بہت شہرت پائی۔ ازاں بعد نسیم نے اس قصے کو نظم کیا۔ اس مثنوی کو مرتب کرنے کی تمہید میں اصل ماخذ سے لے کر مثنوی کی تخلیق وتصنیف تک کے مدارج کا جائزہ لیا گیا ہے اور بتلایا کہ نسیم کی مثنوی لکھنے سے پہلے ہی اصل قصے کو شہرت حاصل ہوئی لیکن نسیم نے جب اسے خاص انداز میں نظم کیا تو ادبیت کے خاص محاسن کی شمولیت سے اس کا رنگ اور نکھر گیا اور مقبولیت کا دائرہ وسیع ہوگیا۔ اس کے بعد جب یہ مثنوی معرکۂ شرر وچکبست کا موضوع بنی تو ادبی طور پر اسے مزید پرکھا گیا۔ بعد ازاں گلزارِ نسیم اور سحرالبیان کا تقابل کرتے ہوئے مثنوی سحرالبیان کی ادبی اور نصابی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

مثنوی کے پہلے نسخے کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے مشاہدات ان الفاظ میں قلمبند کرتے ہیں۔ نسخے کا مخفف نام "ح" ہے:

"اس اڈیشن میں کل اسی صفحات ہیں۔ مثنوی ص ۲ سے شروع ہوکر ص ۷۷ پر ختم ہوجاتی ہے۔ اس صفحے پر تاریخِ اختتامِ تصنیف از مصنف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۲۵۴ھ

[۱۸۳۸-۳۹ء] میں مکمل ہوئی تھی [یہ قطعہ اس کتاب میں شامل کرلیا گیا] ص ۷۸ پر تاریخ طبع کے دونوں مذکورہ بالا قطعے ہیں اور ص ۸۰ پر دو کالمی صحیح نامہ اغلاط ہے، جس میں بیالیس ۴۲ اغلاط کی کتابت کی تصحیح کی گئی ہے۔اس کا مسطرا کیس سطری ہے۔"(۱۰)

خط کے بارے میں کہتے ہیں:

""معمول کے مطابق خطِ نستعلیق ہے۔خط پختہ ہے لیکن خوشنمائی کم ہے اس کے مقابلے میں نسخۂ چکبست کے کاتب کا خط کہیں بہتر ہے۔"(۱۱)

دوسرے نسخہ جس کا مخفف "م" ہے۔اس کے خارجی جائزے میں لکھتے ہیں:

""مثنوی گلزارِ نسیم کی اشاعتِ اوّل کے بعد سب سے قدیم مطبوعہ نسخہ جو میری نظر سے گزرا ہے، وہ مطبع مسیحائی لکھنؤ کا ہے۔عبارتِ خاتمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ۱۲۶۲ھ کا چھپا ہوا ہے۔یہ دراصل تین کتابوں کا مجموعہ ہے۔حوض میں گلزارِ نسیم کا متن ہے اور حاشیے پر قصہ بہرام گور اور خرد افزا کا متن بالترتیب چھپا ہوا ہے۔سرورق پر مطبع مسیحائی کے محل وقوع کے متعلق لکھا ہے: 'در بیت السلطنت لکھنو مابین چوراہہ کشمیری محلہ وسرائے وعنایت خان۔بڑے سائز کی کتاب ہے۔مضبوط بانسی کاغذ ہے۔کاتب کا خط اوسط درجے کا ہے۔اس نسخے کا متن اشاعتِ اوّل کے مطابق ہے۔قدامت کے سوا اس میں اور کوئی خاص بات نہیں۔"(۱۲)

مثنوی کے پہلے نسخے کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے مشاہدات ان الفاظ میں قلمبند کرتے ہیں۔نسخے کا مخفف نام "ح" ہے۔"باقی ماندہ نسخوں کا خارجی مطالعہ کم وبیش اس طرز پر کیا گیا ہے۔جیسا کہ مذکورہ بالا اور گذشتہ مثالوں میں درج ہے سوائے معمولی اختلاف کے ان بیانات میں کوئی خاص فرق محسوس نہیں ہوتا۔سوائے نسخۂ 'یادگار' کے جس میں قدرے صراحت سے چند اضافی باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔کیونکہ یہ نسخہ طلبہ کے لیے تیار کیا گیا تھا، خاص بات کے طور پر کہتے ہیں کہ "مرتب نے یہ نہیں لکھا کہ انھوں نے کس نسخے پر اپنے متن کی بنیاد رکھی ہے۔"(۱۳)

خارجی مطالعے کے بعد متن کی قرأت کے سلسلے میں رشید حسن خاں نے املا اور اختلافِ نسخ پر خاص طور پر رد وقدح کی ہے۔ایک ایک لفظ کو ٹٹولا گیا ہے جہاں کہیں اعراب، اوقاف، اضافت، متروکات یا کتابت کی اغلاط پائی گئی ہیں ان پر بڑی سختی سے گرفت کی ہے۔پہلی مثال نسخہ "ح" سے ہے۔لکھتے ہیں:

""بہت سے لفظوں پر اعراب ملتے ہیں، مثلاً: منقارِ ہزار داستاں دے [شعر نمبر ۵] لیکن اس سلسلے میں کسی طرح کا التزام نظر نہیں آتا۔جیسے: نجدول ہو حصارِ سحرخوانی [نمبر ۱۴] جدول میں جیم پر زبر لگا ہوا ہے اور دال پر جزم مگر حصار میں رے کے نیچے اضافت کا زیر بھی نہیں 'کشتی سے وہ دختِ رز کو لایا [۳۸۵] 'دخت' کی دال پر پیش ہے' لیکن 'رز' خالی ہے۔"(۱۴)

''اضافت کی صورت میں بطورِ عموم ے پر ہمزہ نہیں ملتا مثلاً سوے طیر[شعر نمبر ۱۰۷] جوپاے گل ،ہواے گل[نمبر ۲۰۰]،جاے مردم[۱۳۲]،سوے شہر۔۔۔''(۱۵)

اس کے بعد اختلافِ نسخ کی مثال دیکھیے نسخۂ قاضی عبدالودود پر اس طرح رائے دیتے ہیں:

''شعر[۱۴۲۵] کا پہلا مصرع 'ح' میں اس طرح ہے: چوٹی ہے میرے ہاتھ ان کے۔ک میں بھی اسی طرح ہے۔ق میں اسے یوں لکھا ہے: چوٹی ہے مری تو ہاتھ ان کے۔ شعر نمبر ۱۴۳۳ کا دوسرا مصرع 'ح' میں یوں ہے، پورب کا بادشاہزادہ، یہی ک میں ہے۔ق میں 'وہ' کے اضافے کے ساتھ ملتا ہے: پورب کا وہ بادشاہزادہ۔''(۱۶)

گلزارِ نسیم کی تدوین کے حوالے سے ایک اور نکتہ جس پر خاں صاحب نے تمام نسخوں میں خاص طور پر توجہ دی۔ ہر ایک نسخہ کے مرتب کے متن کی قرأت کرتے ہوئے اس بات کا پتہ چلانے کی بھی کوشش کی ہے کہ کس مرتب نے کس نسخے پر اپنے متن کی بنیاد رکھی صرف ایک مثال نسخہ''یادگار'' سے پیش کی جارہی ہے۔

رشید حسن خاں لکھتے ہیں:

''مرتب نے یہ نہیں لکھا کہ انھوں نے کس نسخے پر اپنے متن کی بنیاد رکھی ہے[اس سلسلے میں انھوں نے کچھ لکھا ہی نہیں] متن اور حواشی کے مطالعہ سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اشاعتِ اوّل ان کے سامنے نہیں تھی۔ نسخۂ چکبست شائدان کے پیش نظر تھا۔ علاوہ بریں نظامی پریس کان پور کی چھپی ہوئی مثنوی بھی ان کے سامنے تھی۔۔۔اس کے ساتھ معرکۂ چکبست وشرر بھی ان کے پیش نظر تھا۔ یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے کسی ایک نسخے پر انحصار نہیں کیا۔''(۱۷)

اس وقتِ نظری کا ہی صلہ تھا کہ خلیق انجم نے اس نسخے کی ترتیب کو مثالی ایڈیشن قرار دیا ہے:

''پوری ذمہ داری کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ رشید حسن خاں صاحب نے متن تیار کرنے میں متنی تنقید کے تمام جدید سائنٹفک اصولوں سے کام لیا ہے اور اس طرح یہ ایک مثالی ایڈیشن بن گیا ہے۔''(۱۸)

مثنویاتِ شوق فریبِ عشق، بہارِ عشق، زہرِ عشق

لکھنوی مثنویات کے ارتقا میں نواب مرزا شوق کا نام محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ مذکورہ بالا مثنویات ان کی تصنیف ہیں۔ شوق نے غزلیں بھی لکھیں لیکن مثنوی ہی ان کا اصل میدان ہے انھی کے ذریعے انھوں نے شہرتِ عام حاصل کی اور اپنی انفرادیت کا ثبوت دیا۔ انھوں نے مافوق الفطرت واقعات پر مثنویوں کی بنیاد نہیں رکھی بلکہ اپنے معاشرے اور ماحول کی جیتی جاگتی تصویریں ان مثنویات میں پیش کی ہیں۔

رشید حسن خاں صاحب نے ان مثنویات کو نئے سرے سے مرتب کیا اور ایک کتاب کی صورت میں

انجمن ترقی اردو ہند نے اسے ۱۹۹۹ء میں خاں صاحب کی اجازت سے شائع کیا۔ان مثنویات کی ترتیب میں جوطریق کار اپنایا گیا اس بارے میں خود رشید حسن خاں رقم طراز ہیں:

''کلاسیکی متون کی تنقید کے اس سلسلے کی کتابوں،[فسانۂ عجائب،باغ وبہار،گلزارِ نسیم] میں مقدمے کے مباحث کے لیے جن حدود کا تعین کیا گیا تھا،اس کتاب میں بھی ان کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔''(۱۹)

مثنویاتِ شوق،رشید حسن خاں کی محنتِ شاقہ،لگن،شوق اور تحقیقی خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔مثنویات کے اصل متن کے علاوہ ان پر تمہید کے عنوان سے ایک مبسوط مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں مثنویات کی غایت، ماخذات مختلف نسخوں کی تصنیف واشاعت اور اس سے منسوب مختلف روایات پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔اس کے علاوہ ضمیمہ جات اور فرہنگ بھی دی گئی ہے۔ضمیمہ نمبر ا میں مختلف الفاظ کا محل اور مفہوم بڑی صراحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ضمیمہ نمبر ۲ میں تلفظ اور املا کے عنوان سے مختلف الفاظ اور اصطلاحات کی وضاحت کی گئی ہے۔ضمیمہ نمبر ۳ میں اختلافِ نسخ کی نشاندہی کی گئی ہے اور ضمیمہ نمبر ۴ میں الفاظ اور ان کے طریقِ استعمال پر بات کی گئی ہے،اور آخر میں فرہنگ دی گئی ہے جس میں الفاظ کے معنی اور کہیں کہیں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ مرتب نے ان مثنویات کو کس قدر جانفشانی سے ترتیب دیا ہے اور اپنے تئیں کسی قسم کا سقم نہیں رہنے دیا گیا۔رشید حسن خاں نے ان مثنویات کی تفہیم میں آسانی پیدا کرنے کے لیے اس ماحول اور معاشرت کا تذکرہ کیا ہے جس میں یہ مثنویات لکھی گئیں تاکہ مثنوی پڑھتے وقت کردار اور معاشرت کا نقشہ ہمارے ذہنوں میں واضح طور پر موجود ہو۔بعض مقامات پر طالب علموں کی راہنمائی کے لیے ضروری نکات کی وضاحت بھی ساتھ ہی کر دی ہے۔فریبِ عشق میں مرزا شوق ایک جگہ کہتے ہیں:

رنڈیاں گو کہ ساری آفت ہیں بیگمیں اور بھی قیامت ہیں
ڈھونڈتی پھرتی ہیں خود حسیں ہیں یہ ہم سے دونی تماش بیں ہیں یہ

رشید حسن خاں وضاحت کرتے ہیں:

''آج کے طالب علم کے لیے یہ وضاحت ضروری ہے کہ شوق کے پہلے شعر میں 'رنڈیاں' تمام خواتین کے لیے آیا ہے۔اس زمانے میں یہ لفظ اسی معنی میں بہ طورِ عموم مستعمل تھا۔''(۲۰)

مثنویاتِ شوق کی تعداد پر بھی بہت عرصے تک اختلاف رہا۔مختلف اہلِ قلم اس ضمن میں کئی روایات بلا تصدیق و تحقیق درج کرتے ہیں۔رشید حسن خاں نے ان روایات کا بھی شواہد کے ساتھ ابطال کیا اور ثابت کیا کہ مذکورہ تین مثنویات ہی مرزا شوق کی تصنیف ہیں باقی سب زیبِ داستان ہے۔اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں:

''لذتِ عشق کے بعد زہرِ عشق کو بھی ذوق کی تصنیف بتایا گیا ہے۔مختصر یہ کہ لذتِ عشق کے ساتھ زہرِ عشق کو شوق سے منسوب کرنے میں اہلِ مطبع اور تاجرانِ کتب کا ہاتھ ہے۔اب تک کی مصدقہ معلومات کے مطابق شوق کی تین مثنویات ہیں:فریبِ عشق،بہارِ عشق،زہرِ عشق۔''(۲۱)

اس کے علاوہ خاں صاحب نے زمانہ تصنیف کا تعین کرنے کے لیے مختلف مطبوعہ نسخوں اور قطعاتِ تاریخ سے استفادہ کر کے ان مثنویات کے درست سنین کا تعین کیا ہے۔مثنویات پر ایک زمانہ میں پابندی لگنے کے واقعات کی ٹھوس بنیادوں پر جانچ کر کے مرتب نے اس روایت کا ابطال کیا ہے۔ وہ سید رضا علی عابدی اور مولانا حالی کی طرف سے ان واقعات کو تواتر سے بیان کرنے کا محاکمہ اس طرح سے کرتے ہیں:

''فریبِ عشق اور بہارِ عشق پر پابندی لگی تھی اس قول میں یعنی تحقیق میں سید صاحب منفرد ہیں۔شہرت دو باتوں کی رہی ہے ایک تو یہ کہ سب مثنویات ممنوع الاشاعت تھیں اور ایک یہ کہ پابندی زہرِ عشق پر لگی تھی۔شہرت کی اس کثیر الجہاتی صورت میں کسی بھی قول کو ثبوت کے بغیر تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔''(۲۲)

خاں صاحب نے اس مثنوی کو مرتب کرنے کے لیے مطبوعہ نسخوں کو بنیاد بنایا ہے۔ان نسخوں میں بھی خارجی اور داخلی طور پر وہی طریقہ کار اپنایا گیا ہے جو گذشتہ صفحات میں مثنوی گلزارِ نسیم کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً فریبِ عشق کے تین نسخوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک کی کتابت اور املا کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کتابت کے لحاظ سے وہ سب خصوصیات اس میں موجود ہیں جو اس زمانے کی مطبوعہ کتابوں میں بہ طورِ عموم ملتی ہیں۔جیسے آخرِ الفاظ میں واقع یائے معروف و مجہول کی کتابت میں کسی طرح کا امتیاز نہیں۔یہی ہائے ملفوظ و مخلوط کا ہے۔آخرِ لفظ میں واقع نون غنہ پر ہر جگہ نقطہ لگا ہوا ہے۔ اعراب بالحروف کی قدیم روش کے مطابق پیش کے اظہار کے لیے متعدد لفظوں میں واو لکھا گیا ہے مثلاً اوس، اون، بزوکی (بزرگی)، اوٹھاتے (اٹھاتے) وغیرہ--- مثنوی میں کہیں بھی ایسی صورت پیدا نہیں ہوئی کہ غلطیِ کتابت کے سبب متن میں کسی طرح کا اشتباہ پیدا ہوا ہو۔آخر میں غلط نامہ شامل نہیں۔''(۲۳)

رشید حسن خاں نے مثنویات مرتب کرتے وقت اساسی متون کو تبدیل نہیں کیا لیکن جہاں تک کتابت کی غلطی کا سوال ہے تو انھوں نے دوسرے نسخوں کی مدد سے اس کی تصحیح کرنے کی کوشش کی ہے، اور اختلافِ نسخ یا ضمیمہ تشریحات میں اس کی لازمی طور پر نشاندہی کی ہے۔البتہ جہاں انھوں نے پوری تسلی کے ساتھ یہ اندازہ لگایا کہ اساسی نسخوں کے مقابلے میں دوسرے قابلِ ذکر نسخوں کا متن ترجیحی حیثیت رکھتا ہے ایسے مقامات پر ترجیحی صورت کو اختیار کیا گیا ہے، اور ضمیمہ تشریحات میں اس کی وضاحت کردی گئی ہے۔لیکن اساسی نسخوں کے متن کو ممکن حد تک برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔قیاسی تصحیح سے بہت کم کام لیا گیا ہے۔رشید حسن خاں تصحیحِ متن پر یوں اظہارِ خیال کرتے ہیں:

''مرتب کو تصحیح کا حق ہے، اصلاح کا نہیں۔یہ دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔تصحیح غلطی کی ہوتی ہے اور اصلاح تبدیلی کا دوسرا نام ہے۔مرتب کو اصلاح کا حق کسی بھی شکل میں حاصل نہیں، وہ صرف ضروری مقامات پر تصحیح کرسکتا ہے اور یہ اس کی ذمہ داری ہے۔''(۲۴)

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) انور سدید، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر تاریخ ،مقتدرہ قومی زبان ـ اسلام آباد، ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۵

(۲) مشمولہ اخبار اردو ـ اسلام آباد، جلد ۲۷، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۱۰ء، ص ۱۸

(۳) شازیہ عنبرین، ڈاکٹر، تدوینِ متن، اصول روایت اور امکانات ،مثال پبلشرز ـ فیصل آباد، ۲۰۰۸ء
ص ۱۱۰

(۴) گیان چند جین، تحقیق کا فن ،مقتدرہ قومی زبان ـ اسلام آباد، ۱۹۹۴ء، ص ۵۳۳

(۵) ماہنامہ ''اخبار اردو'' مقتدرہ قومی زبان ـ اسلام آباد، جلد ۲۷، شمارہ ۴، ۲۰۱۰ء، ص ۱۷

(۶) پیش لفظ ''مثنویاتِ شوق'' مرتبہ رشید حسن خاں، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۱

(۷) ''تدوین و تحقیق کے رجحانات'' مضمون، مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق جلد اول مرتبہ ایم سلطانہ بخش، مقتدرہ قومی
زبان ـ اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۲۹۲

(۸) ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی، مرتبہ ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ، ۲۰۰۰ء، ص ۷

(۹) رشید حسن خاں، مضمون ''تدوین اور تحقیق کے رجحانات'' مشمولہ اردو میں اصولِ تحقیق، جلد اول ـ مرتبہ ایم سلطانہ بخش،
اسلام آباد، ۱۹۸۹، ص ۲۹۰

(۱۰) گلزارِ نسیم، مرتبہ، رشید حسن خاں مجلس ترقی ادب ـ لاہور، ۲۰۰۷ء ص ۶۹

(۱۱) ایضاً (۱۲) ایضاً ص ۷۱، ۷۲ (۱۳) ایضاً ص ۸۱

(۱۴) ایضاً ص ۷۰ (۱۵) ایضاً (۱۶) گلزار نسیم ص ۷۷

(۱۷) ایضاً ص ۸۱

(۱۸) پیش لفظ ـ گلزارِ نسیم، مرتب رشید حسن خاں مجلس ترقی ادب ـ لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۹

(۱۹) مثنویاتِ شوق، مرتبہ: رشید حسن خاں، انجمن ترقی اردو پاکستان ـ کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۱۴۸

(۲۰) مثنویاتِ شوق، ص ۱۲ (۲۱) ایضاً ص ۶۹ (۲۲) ایضاً ص ۶۱

(۲۳) ایضاً ۸۱ (۲۴) ایضاً ۱۵۴

❁❁❁